جامعہ مدنیہ لاہور کا علمی، ادبی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

—— : نگرانِ اعلیٰ : ——

حضرت مولانا سیّد حامد میاں مُدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؈

جلد : ۴
شعبان ۱۳۹۳ھ
—: قیمت :—
۶۵ پیسے

ماہنامہ
انوارِ مدینہ
لاہور

شمارہ : ۳
ستمبر ۱۹۷۳ء
—: فون :—
۶۲۹۳۲

مدیرِ اعزازی : پروفیسر یوسف سلیم چشتی
مدیرِ معاون : حبیب الرحمٰن اشرف

محتویات

اداریہ ———— ۲

اسلام اور سائنس ——— شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود صاحب — ۵

نعت ——— سید منظور احمد مہجور / ندیم میلسوی ——— ۸

زندگی کا مقصد ——— حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ——— ۹

مولانا اشرف الحق ؒ — جناب اختر راہی ——— ۲۳

شیخ الہندؒ کے چند تلامذہ — قاری فیوض الرحمٰن صاحب ——— ۲۷

بدل اشتراک : سالانہ سات روپے   طلبہ کیلئے پانچ روپے   فی پرچہ ۶۵ پیسے

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ طابع وناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپواکر
دفتر ماہنامہ انوار مدینہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الدِّینُ النَّصِیحَۃُ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارے ملک میں سیلاب بشکل عذاب نمودار ہوا لیکن ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اور بعض اخبارات میں برابر ایسے الفاظ ذکر کیے جا رہے ہیں جن میں سیلاب اور انسان کا مقابلہ اور انسان کی فتح کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ "امروز" میں ایک مقالہ نگار نے یہاں تک لکھ دیا کہ "فطرت بھی عظیم ہے اور انسان بھی عظیم ہے فطرت کا انسان سے رحیم یار خان میں مقابلہ ہوا، انسان جیت گیا"

یہ ملحدانہ خیالات ہمارے پاکستان میں اگر جنم لیں گے تو لازماً مذہبی خیالات ثانوی درجہ میں اور مادیت اولین درجہ میں جگہ لے لے گی، اور رفتہ رفتہ وجود باری تعالیٰ کی جگہ "فطرت" کا لفظ لے لے گا حالانکہ "فطرت" ایک بے ارادہ اور محکوم خداوندی "صلاحیت مخلوقہ" کا نام ہے۔ جیسے کمیونسٹ۔ انتہائی درجہ دے کر ماوراء المشاہدات موجودات کا انکار کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ جملے اس لئے کہے جاتے ہیں کہ لوگوں کی ہمت باندھ دی جائے اور خوف دور کر دیا جائے تو یہ مقصد اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اگر گفتگو کی جائے تو بھی حاصل ہوگا اور زیادہ بہتر انداز میں ہوگا۔ اس میں خوف خدا کے ساتھ امید بھی ہوتی ہے۔ اور گناہوں سے رک جانے پر نعمتوں کی بشارت بھی ہوتی ہے، اور دوسرے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد پر جو بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں اگر وہ سنا دی جائیں تو انسان اپنے گناہ سے رک جائے گا اور دوسروں کے ساتھ اپنے اجر حاصل کرنے کے لئے اخلاق و دیانتداری سے حسن سلوک کرے گا، وہ کبھی مصیبت زدہ بھائی کا مال نہیں چرائے گا اس کے ہاتھ کی گھڑی نہیں چھینے گا عورتوں کے کانوں سے بندے نہیں اتارے گا۔

امدادی مال واسباب میں خیانت نہیں کرے گا۔ وہ تنہائی میں بھی دیانتدار رہے گا۔ اور سب کے سامنے بھی۔

ان دنوں ہمارے اخبارات اور دیگر ذرائع نشرواشاعت نے اسلامی تعلیمات کی تبلیغ میں زبردست کوتاہی کی ہے۔ یہ سیلاب بلاشبہ ایک مصیبت تھا۔ اور فرمایا گیا ہے =

ما اصاب من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم — تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ اپنے کئے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

لہٰذا ہر شخص کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ضروری ہے۔ اور دوسرے مسلمان بھائیوں کی جو آفت زدہ ہیں مدد کرنی بھی مذہبًا واجب ہے اور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔

کان اللّٰہ فی عونہ مادام المرٔ فی عون اخیہ المسلم — اللہ اپنے بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جبتک وہ اپنے مسلمان بھائی کی امداد میں لگا رہے۔

شرمناک حرکات

حال ہی میں جن لوگوں کو دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے ان میں سے اکثر نے یہ شکایت کی ہے کہ گرفتاری کے بعد ان کے ساتھ بہت زیادہ ظلم و تشدد کیا گیا، جمعیتہ علماء اسلام کے مولانا شیر محمد صاحب کے ساتھ تو یہاں تک زیادتی کی گئی کہ فاحشہ عورت کو ان کے ساتھ طرح طرح سے بٹھایا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ مملکت جسے بالاتفاق اسلامیہ قرار دیا گیا ہے کیا فقط زبانی ہی اسلامی رہے گی؟ اگر نہیں تو یہ حرکات اسلام نے کب سکھلائی ہیں؟

ارشاد نبوی ہے۔

(۱) ان الحیاء والایمان قرناء جمیعا فاذا رفع احدھما رفع الاٰخر۔ — اس میں شبہ نہیں کہ حیاء اور ایمان ساتھ ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں، جب ان میں سے ایک کو اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے

(۲) ان لکل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاء (مشکوٰۃ شریف) — ہر دین اختیار کرنے والے کو اس کی وجہ سے کچھ خاص قسم کے اخلاق حاصل ہوتے ہیں۔ اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے۔

یہ یا اس قسم کی دیگر زیادتیاں وہ جس کے ساتھ بھی کی گئی ہوں سزا میں داخل نہیں ہیں کیونکہ سزا تو

عدالت تجویز کرے گی. تو یہ کس حساب میں ہوں گی اور کس کے نامۂ اعمال میں جائیں گی۔ قیامت میں کون جوابدہ ہو گا۔

حسب ذیل احادیث دیکھئے اور زیادتیوں سے کارندوں کو روک دیجئے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم۔ لتؤدن الحقوق الیٰ اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء (مسلم) مشکوٰۃ ص ۴۳۵

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ضرور بالضرور تمہیں ہر ایک کا حق قیامت کے دن ادا کرنا پڑے گا۔ (تم تو انسان ہو) قیامت کے دن تو سینگ مارنے والی بکری سے سینگ ٹوٹنے والی بکری کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔

اور دیکھئے =

عن ابی امامۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم قال من شر الناس منزلۃ یوم القیامۃ عبد اذھب اخرتہ بدنیا غیرہ (ابن ماجہ) مشکوٰۃ ص ۴۳۵

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہ بندہ سب سے بدتر حال میں ہو گا کہ جس نے اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے لئے ضائع کر دی

تاریخ میں ضرور یہ کارروائیاں دہرائی جائیں گی اور ہمیشہ کے لئے ثبت رہیں گی. بہتر ہوا کہ اس دور کا شمار اچھے ادوار میں ہو۔

اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ کامیاب و کامران رہے تو اسے خدائی اصول جو اس نے اپنی مخلوق کے لئے رکھ دئے ہیں اپنانے ہوں گے ورنہ کسی کا صرف مسلمان ہونا زوال سے نہ بچا سکے گا۔ اور وہ خدا کی مدد سے محروم ہو جائے گا۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے اور دینی احکام کی تبلیغ ہے۔

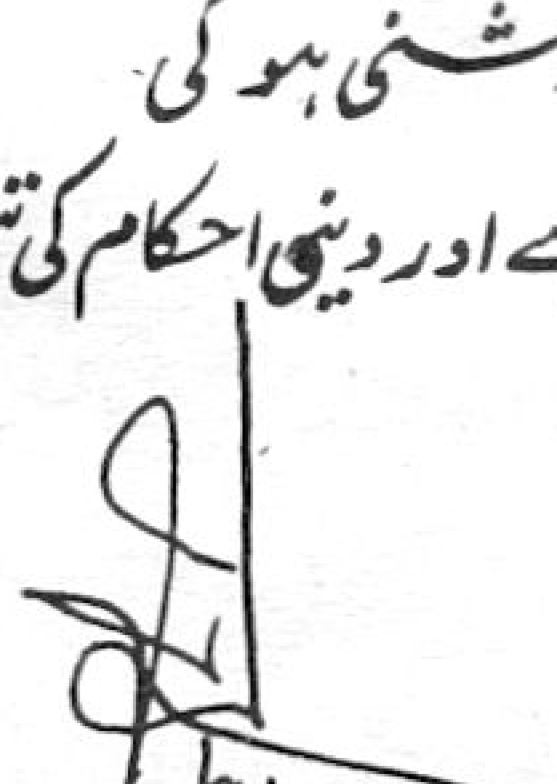

اسلام اور سائنس

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہم

اس بار جامعہ مدنیہ لاہور میں بخاری شریف کا ختم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہم نے کرایا تھا۔ اس موقع پر آپ نے جو درس دیا تھا زیرِ نظر شمارہ میں اس کی پہلی قسط شائع کی جاتی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان" سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم"

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اِس کتاب (بخاری شریف) میں سب سے آخر میں یہ باب (وزنِ اعمال کا) باندھا، ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ۔ امام بخاریؒ اِس باب میں معتزلہ کا رد کرنا چاہتے ہیں۔ معتزلہ قیامت کے دن وزنِ اعمال کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اپنے اس دعوے پر عقلی استدلال پیش کرتے ہیں کہ اعمال چونکہ اعراض ہیں اور اعراض کا وزن مستحیل ہے، یہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں معقولیین (فلاسفہ یونان) کے نزدیک مسلّمات میں سے ہیں۔ یعنی یہ بھی درست اور بدیہی بات ہے کہ اعمال اعراض ہیں، اجساد نہیں۔ مثلاً صلوٰۃ، صوم وغیرہ عبادات سب کے سب اعراض ہیں، ان کے اجساد و اجسام نہیں ہیں، اور یہ بھی فلاسفۂ یونان کے نزدیک صحیح اور مسلّم ہے کہ اعراض کا وزن نہیں ہوتا۔ وزن مختص ہے بالاجساد والاجسام۔ تو معتزلہ نے اس دلیلِ عقلی کی بناء پر (کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض کا وزن مستحیل ہے) یہ فیصلہ دے دیا کہ قیامت کے روز اعمال کا وزن نہیں ہوگا۔

وزنِ اعمال پر قرآن و حدیث سے جو دلائل دیئے جاتے ہیں، ان کا جواب معتزلہ کے پاس تاویل کے سوا کچھ نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں وزن اعمال کا بیان ہے۔ اس سے مراد

حقیقتاً وزنِ اعمال نہیں بلکہ مُراد یہ ہے کہ عدل ہوگا۔ قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے، کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن انصاف ہوگا۔

ہم (اہلسنّت والجماعت) اس پر یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا۔ ہمارا استدلال قرآن وحدیث سے ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت و نضع الموازین القسط لیوم القیامۃ جسے امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں پیش کی ہے اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا۔ ارشاد ہے ونضع الموازین ہم رکھیں گے میزان، کس لیے؟ القسط (بالکسر جس کے معنیٰ ہیں عدل) یہ القسط مفعول لہٗ ہے، یعنی ونضع الموازین للقسط کہ ہم میزان رکھیں گے عدل کیلیے۔ اعمال کو تولیں گے، جن کے اعمالِ صالحہ زیادہ ہوں گے ان کو زیادہ اجر دیں گے اور جن کے کم ہونگے ان کو اجر کم ملے گا اور جن کے اعمال کا وزن ہی نہیں ہوگا جیسے کفّار کہ ان کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا انھیں کوئی بھی اجر نہیں ملے گا۔

اب یہ وزن کب ہوگا؟ لیوم القیامۃ قیامت کے روز۔

بعض کہتے ہیں کہ القسط صفت ہے موازین کی، یعنی ذوات القسط مطلب یہ کہ ایسے میزان رکھیں گے جو انصاف والے ہوں گے۔ میزان وزن کے آلے کو کہتے ہیں۔

معلوم ہُوا کہ وازن یعنی تولنے والے اللہ تعالیٰ ہوں گے ونضع الموازین میں نضع کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے، موزون لہ (کہ کس لیے وزن ہوگا) القسط ہے یعنی وزن عدل کیلیے ہوگا؛ موزون فیہ قیامت ہے یعنی یہ وزنِ اعمال قیامت کے روز ہوگا۔

بہرحال قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہُوا کہ وزن ہوگا۔ ہمارا استدلال بالکل واضح ہے۔ قرآن میں اس کے سوا بھی کافی دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے روز وزن ہوگا۔ امام بخاریؒ نے اس باب کے نیچے جو حدیث پیش کی ہے وہ بھی اس کا واضح ثبوت ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ قرآن وحدیث دونوں وحی ہیں اور وحی سے جو استدلال ہوتا ہے وہ ہی قطعی ہوتا ہے۔ عقل کے فیصلہ کو قطعی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ عقل بسا اوقات غلط فیصلے کرتی ہے عقل اس مقام پر نہیں پہنچ سکتی جہاں وحی پہنچتی ہے۔ معتزلہ نے جو یہ کہا ہے کہ اعمال کا وزن مستحیل ہے، غلط ہے، وحی اس کی تردید کرتی ہے اور اب تو سائنس نے بھی یہ واضح کر دیا کہ معتزلہ کا

یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ سائنس نے معتزلہ کے اس دعویٰ کی تغلیط کیسے کی؟ یہ بعد میں بیان کروں گا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ مسلم اور غیر مسلم مؤمن اور کافر کی تمیز ہی اس سے ہوتی ہے کہ جو وحی کے مقابلہ میں عقل کے فیصلوں کو مانتا ہے وہ کافر ہے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ مؤمن ہے۔

اگر ایک شخص عقل کے فیصلے کو وحی کے فیصلے کے مقابلہ میں چھوڑ دیتا ہے۔ وہ عقل کے فیصلے پر اس وقت تک عمل کرتا ہے جب تک وحی کا فیصلہ اس کے مقابلہ میں نہ آ جائے۔ وحی کا فیصلہ سامنے آتے ہی وہ اپنی عقل کو ناقص قرار دے کر اس کے فیصلے کو ترک کر دیتا ہے اور وحی کے فیصلہ کو مان لیتا ہے، وہ شخص مؤمن ہے اور جس نے وحی کے فیصلہ کے باوجود اپنی عقل کے فیصلہ کو قائم رکھا، یہ ہے کافر۔ تو یہ تمیز ہوئی کافر اور مؤمن کی۔

کافر کے معنے یہ نہیں کہ وہ کسی بھی صحیح بات کو تسلیم نہ کرے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی عقل کا فیصلہ وحی کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔ جسے وہ اس لیے تسلیم کرتا ہے کہ اس کی عقل کا فیصلہ یہی ہے نہ کہ اس لیے کہ یہ وحی کا فیصلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کی عقل کے فیصلے اور وحی کے فیصلے میں تقابل آتا ہے تو کافر وحی کے فیصلے کا انکار کرتا ہے اور عقل ہی کے فیصلہ کو درست سمجھتا ہے لیکن مؤمن بہر صورت وحی کے فیصلہ کو تسلیم کرتا ہے۔ تو مؤمن وہ ہے جو وحی کے مقابلہ میں اپنی عقل کے فیصلہ کو ترک کر دیتا ہے اور وحی کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔

آپ نے پڑھا ہوگا کہ ..... جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے آپ کو جسدِ عنصری کے ساتھ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔ روحانی یا منامی معراج نہیں بلکہ جسمانی معراج کرائی گئی۔ حدیث میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے کہ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے۔ پھر دوسرے پھر تیسرے پر۔ اسی طرح جہاں تک اللہ نے چاہا چلے گئے۔ اور پھر اُسی رات واپس تشریف لے آئے۔ صبح کو آپ نے مکہ مکرمہ کے لوگوں کو رات کا یہ واقعہ سنایا کہ اس طرح گیا یہ کچھ دیکھا وغیرہ وغیرہ۔ سننے والوں میں ابوجہل بھی تھا سن کر حضورؐ سے کہا کہ اگر میں قریشِ مکہ کو اکٹھا کر لوں تو کیا قریشِ مکہ کے اجتماع میں بھی آپ اس بات کو دہرائیں گے؟ آپ نے فرمایا آپ اکٹھا کر لیں جو حقیقت ہے وہ میں اس مجمع کے سامنے ضرور بیان کروں گا۔ ابوجہل کا خیال یہ تھا کہ یہ بات کہ کوئی جسدِ عنصری کے ساتھ آسمانوں پر چلا جائے چونکہ خلافِ عقل ہے اس لئے جب قریشِ مکہ ان (حضور)

(باقی ص ۲۹)

نعت

شمسِ شہودِ عالمِ عرفاں تمہیں تو ہو
صبحِ ہدیٰ کا مطلعِ تاباں تمہیں تو ہو
اے تاجدارِ ختمِ رُسل تجھ پہ ہیں نثار
اِس دِل کے اضطراب کا درماں تمہیں تو ہو
اے گوہرِ شفاعتؐ اے درِّ اصطِفا
اے جانِ جاں ضیائے شبستاں تمہیں تو ہو
جس سے ہوا ہے مرکزِ توحید مُستنیر
جانم فِدا، وہ شمعِ فروزاں تمہیں تو ہو
بخشا گیا ازل سے تمہیں گنجِ اجتباء
سب عاصیوں کا مایۂ غفراں تمہیں تو ہو
تو نے کیا ہے لوحِ نبوّت کو پُر کمال
اصلِ حقائقِ ہمہ اعیاں تمہیں تو ہو
مہجورؔ کو تمہیں نے ہی بخشا یہ درد و شوق
شیرازہ بندِ قلبِ پریشاں تمہیں تو ہو

سیّد منظور احمد مہجورؔ شہدی

مدینے کی گلیاں عجب پر فضا ہیں
عجب خوشنما ہیں، عجب دلربا ہیں
مُطہّر مُطہّر، مُعطّر مُعطّر
مُعنبر مُعنبر وہ صبح و مسا ہیں
گلستاں گلستاں، گل افشاں گل افشاں
بہاراں بہاراں برنگِ صفا ہیں
غمِ زندگی واں گریزاں گریزاں
سکون آشنا ہیں، سکون آشنا ہیں
یہ بطحا کے کوچے یہ بطحا کی گلیاں
نظر گاہِ آں خواجۂ دوسرا ہیں
فضائے مدینہ، ہوائے مدینہ
مصفّٰی مصفّٰی، شفا ہی شفا ہیں
ندیمؔ آرزو ہے یہی آخری اک
وہاں موت آئے جہاں مصطفٰےؐ ہیں

ندیم میلسوی

ایک عیسائی کے خط کا جواب

زندگی کا مقصد

آخرت یعنی دوبارہ زندگی، جزاء وسزاء دُنیا میں ہو یا آخرت میں، صحیح مذہب کونسا ہے

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ

جنابِ من! السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

آپ نے لکھا ہے کہ مَیں اس شش و پنج میں سرگرداں رہتا ہوں کہ ہم سب کی زندگی کا مقصد کیا ہے اور اس کو ہم کس طرح پورا کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے طرح طرح کے مشغلے آپ نے بیان کئے مگر ان سب کو خود ہی غلط قرار دے لیا کہ وُہ تو جانوروں کو بھی حاصل ہیں پھر انسان کا کیا کمال ہوا؟ صرف خدمتِ قوم کو آپ نے مقصدِ حیات قرار دیا ہے، لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر عام مخلوقات و موجودات ہیں وہ یا تو "عرض" ہیں کہ جن کا وجود مستقل الگ نہیں ہوتا، کسی مستقل وجود والی چیز کے ساتھ یا تابع ہو کر ہوتا ہے۔ جیسے لمبائی، چوڑائی، موٹائی، اوپر ہونا، نیچے ہونا، داھنے بائیں آگے پیچھے ہونا، چمک دمک روشنی تاریکی، خوشبو بدبو، رنگ رنگ، وضع قطع وغیرہ۔ دوسری قسم "جوہر" ہے جو خود مستقل وجود سے موجود ہے، کسی دوسرے کے تابع ہو کر نہیں بلکہ اصل ہو کر ہے۔ پھر یہ یا "جمادات" یعنی بے جان چیزیں ہیں، جو بڑھتی نہیں رہتیں، نہ خود سے حرکت کر سکتی ہیں، جیسے پتھر، اینٹیں، مٹی، پہاڑ، لوہا وغیرہ۔ اور یا "نباتات" ہیں، جو جاندار تو نہیں مگر بڑھنے والی ہیں، چھوٹے سے بڑا ہونا ان کی خاصیت ہے، مگر اپنے ارادہ سے حرکت نہیں کر سکتیں، جیسے تمام درخت، گھاس، پودے وغیرہ۔ یا "جاندار" ہیں جو بڑھنے والے بھی ہیں اور اپنے قصد و ارادہ سے ہر حرکت اور کام کر سکتے ہیں، جیسے لاکھوں قسم کے جانور اور آدمی۔ پھر ان جانداروں میں سے صرف ایک قسم ہے جس میں عقل و علم کا معتبر درجہ ہے جو اس عام دنیا میں ہے، وُہ ہے

"الانسان"۔ یہ علم وعقل فرشتوں اور جنوں کو بھی عطا ہوتی ہے مگر ایک خاص درجہ اس کا ہے جو انسان کو ان سے بڑھا دیتا ہے، وہ آگے عرض ہوگا۔

یہ سب موجودات موجود و مخلوق ہونے میں تو یکساں ہیں مگر پھر ایک کو دوسرے سے کمال کی صفتوں کی وجہ سے بڑی فضیلت حاصل ہے۔ مستقل وجود والی اشیاء کو غیر مستقل وجود والی سے اور بڑھنے والی مستقل کو نہ بڑھ سکنے والی مستقل سے اور جاندار کو بے جان بڑھنے والی سے اور قصد وارادہ والی جاندار سے عقل والی جاندار مخلوق کو فضیلت حاصل ہے، کیونکہ یہ سب کمال کی صفتیں ہیں جس میں جو صفت ہوگی اتنا ہی اس میں کمال ہوگا، جس میں وجود اور مستقل ہونا، بڑھنا، قصد وارادہ سے حرکات وکام کرنا اور عقل و علم کے کمالات سب جمع ہوں گے لامحالہ وہ ان سب سے افضل ہے جن میں کوئی ایک یا سب کمالات غائب ہیں۔ لہٰذا سب سے افضل انسان کا ہونا ایک کھلی ہوئی عقلی بات ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ (بیشک ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے) قرآنی ارشاد ہے۔

اب دوسرا پہلو یہ دیکھنا ہے کہ ان سب موجودات کے وجودِ دنیوی کا مقصد کیا ہے۔ تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان کے سوا اور سب قسم کی چیزیں یا ان میں کی کوئی ایک قسم دنیا سے ناپید ہوجائے تو انسان کی کوئی نہ کوئی حاجت، ضرورت، غرض اور فائدہ فوت ہوجاتا ہے، خواہ غذا کا ہو، دوا کا ہو، راحت وآرام کا ہو، بار برداری وسواری وغیرہ کا ہو کوئی نہ کوئی کام اٹک جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کا عکس ہو کہ سب موجودات بدستور موجود رہیں اور انسان دنیا سے بالکل ناپید ہوجائے تو اعراض، جمادات، نباتات، حیوانات، کسی کا کوئی حرج نہیں، کسی کا کوئی کام نہیں اٹکتا، بلکہ سب خوش ہوں گے کہ انسان کی کاٹ تراش، خورد برد مار دھاڑ، محنت ومشقت سے سب بچ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب مخلوقات تو انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور سوائے چند پرہیزی چیزوں کے سب سے اس کو کام لینے کا حق ہے، اور خود انسان کسی اور مخلوق کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ماوراء مخلوق کسی ذات کے لئے ہوسکتا ہے۔

اس کے لئے مزید شہادت کہ انسان ان میں سے کسی کے لئے نہیں اور سب انسان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس سے بھی حاصل ہوتی ہے کہ سوائے "ڈارون" وغیرہ کی گپ کے جس کا غلط ہونا آپ چاہیں گے تو کسی وقت ثابت کردیا جائے گا، تمام آسمانی مذہبوں کے نزدیک انسان کا

وجود حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا ہے اور ان کے دنیا میں آنے سے پہلے سے یہ سب موجودات مخلوقات موجود تھیں اور کسی کی کوئی ضرورت انسان کے بغیر اٹکی ہوئی نہ تھی، مگر انسان کو ابتدائے پیدائش سے آخری سانس تک غذا، دوا، سردی گرمی سے بچاؤ اور وہ تمام حاجات و ضروریات دے کر مخلوق کیا گیا جن کا ان سب سے یا ان میں کسی سے تعلق تھا۔ بلکہ آدمی کا وجود بعد میں اور تمام چیزوں کا پہلے سے فرما دینا بتاتا ہے کہ دنیا میں کسی معزز کے آنے ہی کے یہ سارے انتظامات پہلے سے تیار کر دئے گئے تھے تاکہ اس کو اپنے منصبی کام میں فراغت سے لگنا میسّر ہو سکے، اور وہ تشویشات کا شکار نہ ہو پائے، اس کی تمام ضروریات پہلے سے موجود رہیں وَخَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے جو جو زمین میں ہے سب کا سب) قرآنِ مجید نے بتایا ہے۔

یہ آپ کا کہنا صحیح ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد نہ کھانا پینا اور ان کے اسباب و ذرائع کی کوشش کرنا ہے کہ یہ سب جانوروں بلکہ نباتات کو بھی حاصل ہے، یہ کوئی امتیازی مقصد نہیں، نہ رہنے کے مکانات، نہ جنسی خواہشات، نہ لباس، سواری نہ ایسی اور ضروریات، کہ سب جانور بھی کم و بیش اپنی ان ضروریات میں لگے ہوئے ہیں، گو کچھ کچھ توجہ ادھر بھی ضروری ہے کہ ضروریات تمام جانداروں کی طرح اس کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں، مگر یہ کوئی حیات کا اصل مقصد نہیں ہو سکتا، گو اس کو جو سب سے بڑھ کر امتیازی جوہر علم و عقل عطا فرمایا گیا ہے یہ اپنے علم و عقل کے مناسب ان ضروریات میں اوروں سے زائد عمدگی پیدا کر سکے گا، مگر یہ سب سے بڑھ کر مقصدِ حیات نہ ہو سکا، کہ سب کو کم و بیش یہ باتیں حاصل ہیں۔

قومی ہمدردی یا قومی خدمت جس کو آپ اس کا امتیازی مقصد قرار دے رہے ہیں وہ بھی کوئی امتیازی چیز نہیں کیونکہ بہت سے جانور بھی اپنی قوم کی ہمدردی و خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں گو مرتبہ مرتبہ کا فرق ہو مگر یہ ایسا ہی فرق ہے جیسے اور ضروریات میں فرق ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی جو دوسروں کو میسّر نہیں ہے اس کا مقصد جو سب سے ممتاز ہو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اب کوئی ایسی کمال کی بات تلاش کرنی ہے جو اور مخلوقات کو میسّر نہ آسکے۔

جب انسان کی ضروریات سب سے وابستہ ہیں اور انسان سے کسی کی ضرورت وابستہ نہیں تو لامحالہ تمام مخلوقات سے بالا و اعلیٰ کسی ہستی سے اس کو وابستگی ضروری ہو گی۔ ورنہ بیکار محض قرار پائے گا۔

وُہ یہ ہے کہ سب کے پیدا کرنے والے سے ہی اس کا رابطہ قائم ہو اور یہ صرف اسی کے لئے ہو۔ اسی کے حکم کے موافق رہے، اسی کی مرضی پر قائم ہونے کی کوشش کیا کرے، اسی کو سمجھے پہچانے، سب سے نظر ہٹا کر اسی پر نگاہ جمائے، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں)۔ قرآن شریف نے اس کی زندگی کا مقصد صرف یہی بتایا اور یہی اس کا امتیازی مقصد ہو سکتا ہے، جو کسی اور بے عقل جاندار کو حاصل نہیں۔ یہی اس کی اعزازی شان کے مناسب ہے، یہی اسکو سب سے بالاتر رکھ سکتا ہے۔ بس یہ ہے انسان کی زندگی کا مقصد اور باقی سب کام اسی مقصد کی سہولت کے ذریعے ہیں۔

شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ کام تو فرشتوں سے بھی ہوتا ہے اور عالم بالا میں بھی ہو رہا ہے پھر اس کے وجود کی کیا غرض ہوئی اور ہو بھی تو یہ غرض عالم بالا میں ہو سکتی تھی، دنیا میں ہونے کی اس کو کیا ضرورت تھی، فرشتوں کی طرح وہیں عبادت کیا کرتا یا یہ نہ ہوتا فرشتے ہی عبادت کرتے۔

تو بات یہ ہے کہ عبادت کے بھی درجے ہیں ایک تو عبادت وُہ ہے کہ کوئی تصادم یعنی کسی سے ٹکراؤ اور اس کے لئے رکاوٹ نہ ہو، فرشتوں کی عبادت اسی قسم کی ہے، کیونکہ شیطان تو عالم بالا سے نکال دیا گیا ہے اور نفس ان میں ہے ہی نہیں، اس لئے کہ نفس نام ہے ان شریر قوتوں کے مجموعہ کا جو عناصر اربعہ آگ، مٹی، پانی، ہوا کے اندر تھیں کہ مٹی کا ہر شئے کو ہضم کر لینا آگ کا جلا پھونک دینا اور سربلندی پانی کا ہر نشیب میں چلا جانا، ہر رنگ میں رنگا جانا۔ ہوا کا دور دور تک پھیلنا، خوشبو پر سے خوشبودار بدبو سے بدبودار ہو جانا۔ پھر ان عناصر سے مرکب چیزیں اگر یہ سب یکجا ہو جائیں تو اس مجموعی قوت کو "نفس" کہتے ہیں۔ فرشتے نہ عناصر سے بنے ہوئے ہیں نہ ان میں نفس ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کی عبادت کے لئے کوئی ٹکراؤ، رکاوٹ، تصادم نہیں ہے، تو یہ کوئی کمال کی عبادت نہیں۔ کمال کی وُہ ہے جو تصادم کے ساتھ ہو، اُس پر غلبہ پا کر ہو، جیسے اندھے کا بُری چیز کو نہ دیکھنا، بہرے کا بری بات نہ سُننا، گونگے کا بُری بات نہ کہنا، اپاہج کا بُری جگہ نہ جانا، ہیضہ والے کا دوسرے کا حلوا نہ کھانا، بچہ یا نامرد کا نامحرم کو نہ دیکھنا، کمالات نہیں ہیں، کمال اس کا ہے جو تندرست ہو، جوان پہلوان ہو، اس کی ہر خواہش و حاجت جوش پر ہو پھر وہ کوئی بُری بات نہ کرے۔ آدمی میں تو نفس انتہائی شریر بھی ہے اور شیطان بھی ہر وقت ورغلاتا رہتا ہے، اس کا عبادت کرنا اور بدیوں سے بچنا ان دونوں پہلوانوں کو زیر کر کے خود غلبہ پا کے کرنا ہے، یہ بہت

بڑے کمال کی چیز ہے۔ اس لئے اس کی عبادت فرشتوں کی عبادتوں سے بدرجہا بلند پایہ عبادت ہے، وُہ عبادت ہے جو فرشتوں سے ہونی ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اس کی زندگی کا مقصد نہایت اعلیٰ پایہ کی وہ عبادت ہے جس سے فرشتے عاجز ہیں۔ اور چونکہ نفس و شیطان اسی دنیا میں تھے، ان سے تصادم یہیں ہو کر ہو سکتا ہے اور پھر عالم بالا بدیوں کی جگہ نہیں ہے، اس لئے اسی امتحان گاہ میں انسان کا وجود ہونا ضروری تھا۔ انسان اور جنات کو اسی عالم میں رکھنا ضروری ہے۔ پھر جنات میں آگ کا عنصر زائد ہے اور دوسرے عناصر کم ہیں۔ انسان میں سب کا امتزاج ہو کر ایک مزاج ہے جو اعتدالی ہے اور اہل عقل ہے۔ ان سے یہ بڑھ کر ہوا۔ اس کے نظر آنے اور جنات کے نظر نہ آنے سے اس میں سب عناصر کا اعتدالی ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے یہ ان سے افضل ہُوا۔ اور انبیاء افضل میں سے مبعوث ہوتے ہیں۔ اُن میں کوئی نبی نہیں بنایا گیا ہے۔ انسانوں میں سے نبی ہوئے ہیں۔

اتنی عالیشان مخلوق کو اس قدر عالیشان کام کے لئے جب دنیا میں بھیجا گیا تو جیسے ہم کسی کو کام کے لئے کہیں بھیجتے ہیں تو سفر و قیام کی تمام ضروریات فراہم کر دیتے ہیں۔ انسان کے لئے بھی تمام ضروریات اس کے دُنیوی وجود سے پہلے فراہم ہو گئی تھیں۔ اب اگر یہ اصلی کام یعنی زندگی کے مقصد میں لگتا ہے تو اس کو سب موجودات سے نفع اٹھانے کا حق ہے ورنہ اس کو کوئی حق نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو ان ضروریات میں ہی خوب خوب مشغول ہو گیا اور بالکل اصل کام نہ کیا یا کم کیا تو واپسی پر انعام کا نہیں سخت ترین سزا کا مستحق ہونا لازمی ہے۔ بلکہ جب اُس نے حتی المقدور ہمیشہ کے لئے کرنے کے قصد سے دوری و مخالفت اختیار کی اور جن کے استعمال کا حق نہ تھا ہمیشہ ناحق استعمال کرنا چاہا اور بے دھڑک کیا، تو اس کی سزا بھی ہمیشہ تک ہونی ضروری و انصافی ہے۔ پھر آخر وقت تک کام کی گنجائش دے کر واپسی پر ہی پوری سزا و جزاء ہونی قرین عدل و انصاف ہے، (بلکہ شفقتِ عظیمہ ہے کہ زندگی کے آخری لمحے تک کام کی اور تلافیٔ مافات کی گنجائش دیدی)۔ اسی لئے اس دُنیا میں ایسے شدید جرم کی شدید ترین سزا جو اس کے موافق تھی، ابدی تھی، نازل ہی نہیں کی گئی۔ وُہ سزا بھی ہمیشہ کی اسی اصلی مقام پر ہو گی جہاں سے اس کو بھیجا گیا تھا، مگر معمولی معمولی گوشمالیاں الگ چیز ہیں۔ ایسے ہی جس نے ان سے حسبِ ضرورت کام لیا اور اپنے اصلی مقصد کو پوری طرح اور ہمیشہ تک انجام دینے کے قصد سے پُوری کوشش سے کام کیا، اس کا اجر و انعام بھی ہمیشہ کے لئے ہونا عدل

انصاف ہے۔(کہ ہمیشہ کے عزم وقصد سے "جرم" "واطاعت" ہمیشہ کے ہی "اجروسزا" کی مستحق ہے۔اور جب یہ عالم اور یہ زندگی ہمیشہ کے لئے نہیں تو یہاں کی کوئی سزا، جزا بھی ہمیشہ کے لئے نہیں ہوسکتی) خالدین فیہا ابدا۔(ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے) قرآن مجید نے دونوں قسم کے لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ ہمیشہ کے قصد سے مقصد کے موافق زندگی گزارنے والے کے لئے ہمیشہ کے انعامات اور ہمیشہ کے قصد سے مقصد سے دور اور مخالف ہو کر اور کام کی ضرورت کی چیزوں کو ہی مقصد بنا لینے اور ان میں منہمک ہو جانے والے کو ہمیشہ کا عذاب ہوگا۔اور یہ چیز تو عقل کے بالکل خلاف ہے کہ مقصد کے مخالف کے لئے کسی چیز کو کفارہ قرار دینے سے کھلی چھٹی دیدی جائے کہ جس قدر جرم چاہے کرے کچھ نہ ہوگا۔

۲ و ۳ دوسری تیسری بات آپ نے لکھی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے آپ قائل نہیں ہیں، نہ وہاں کی جزاوسزا کے۔

تو جناب یہ بات بھی خوب غور کرنے کی چیز ہے۔"آدمی" نام ہے روح اور جسم کے مجموعہ کا۔اور دونوں میں سے اصل چیز روح ہے۔جب آدمی میں روح نہیں رہتی تو وُہ تو بالکل جمادات کے موافق ہو جاتا ہے، کوئی وصف اور کوئی کمال باقی نہیں رہتا، بلکہ کسی کام کا نہیں رہتا۔ہر قوم کسی نہ کسی طریقہ پر اس کو اپنے درمیان سے الگ کر کے دفن کر دیتی ہے۔اور بعض قومیں تو جانوروں کو کھلا دیتی یا آگ میں جلا ڈالتی ہیں۔اور جب تک روح باقی ہے گو بیماریوں سے بے انتہا، کمزور ہی ہو وُہ بے کار نہیں قرار دیا جاتا۔ہاتھ کٹ جائیں، پاؤں کٹ جائیں، آنکھیں جاتی رہیں، کان پٹ ہو جائیں، عقل رخصت ہو جائے، بالکل دیوانہ ہو جائے، کسی کام کا بلکہ کسی غذا، دوا، کے بھی قابل نہ رہے مگر رُوح اس میں ہو تو آدمی رہتا ہے، علاجات ہوتے رہتے ہیں، بس روح نکلی اور آدمی ہونے سے نکل گیا۔تو اصل آدمی روح ہے، جسم نہیں، عقل وہوش نہیں، روح ہی اصل ہے۔جسم تو روح کے لئے ایسا ہی ایک لباس ہے جیسے جسم کے لئے سردی گرمی کا لباس، کہ سردی رخصت ہوئی اس کا لباس رخصت ہوا، گرمی کے لئے گرمی کا لباس آگیا۔جیسا کہ عرض ہو چکا ہے کہ زندگی کے اصل مقصد یعنی نہایت کمال کی عبادت کے لئے تصادم وٹکراؤ کی ضرورت تھی، وُہ خواہشات کے مجموعہ یعنی نفس سے اور خواہشات کے مقام دنیا ہی میں حاصل تھی یہاں شیطان بھی ہے۔تو اس کو یہ جسم یعنی خواہشاتی لباس صرف یہاں

کے اس کام کے لئے عطا کیا گیا ہے۔ جب یہاں کا کام ختم ہو جائے گا، نہ خواہشات کے بقاء کی ضرورت رہے گی نہ خواہشات کے لباس کی، اب اگر ہو گی تو کسی اَور لباس کی ضرورت ہو گی جو اس کے علاوہ ہو گا۔

موت نام ہے روح کے جسم سے الگ ہو جانے کا، تمام عالم پر نظر کیجئے ہر چیز میں یہی ہوتا ہے کہ جب اس کے اجزاء الگ الگ ہو جاتے ہیں، ہر ہر چیز اپنے اپنے موافق مقام و جگہ پر پہنچ جاتی ہے ــــ، سائنس دان کہتے ہیں کہ پانی کے دو جز ہیں۔ آکسیجن، ہیڈروجن۔ جب تک دونوں ملے ہوئے ہیں "پانی" ہے، جب الگ الگ کر دئے پانی نہ رہا، اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جا پہنچتا ہے۔ ایسے ہی "تخت" نام ہے لکڑی کے پایوں، تختوں لوہے کی کیلوں پٹیوں کا جب ان کو الگ الگ کر دیں گے تخت ختم ہو کر لکڑی لوہا الگ الگ اپنے اپنے مقام پر چلے جائیں گے۔ اور اسی طرح ہر وُہ چیز جو دو چار چیزوں سے مرکب کی ہوتی ہے جب الگ الگ اجزاء کر دئے جائیں گے، ہر جز اپنے اپنے موقع و محل پر چلی جائے گی۔ گویا ہر جز کے لئے اپنے موقع و محل پر جانا لازمی ہے۔ روح و جسم بھی جب الگ ہوں گے ان کو اپنے اپنے موقع و محل میں جانا ہو گا۔ جسم تو عناصرِ اربعہ سے بنا تھا ان ہی میں کسی نہ کسی طرح اس کو شامل ہونا ہے۔ اور روح اس عالم کی پیداوار اور عناصر سے بنی ہوئی نہیں ہے، وُہ عالم بالا کی پیداوار ہے، عناصر سے پاک ہے، اس کو الگ ہونے کے بعد اپنے ہی موقع و محل میں جانا ضروری ہے، وُہ عالم بالا ہے، اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ جو انسان کی روح کا اولی و آخری عالم ہے، کہ لامحالہ وُہ جسم سے ملنے سے پہلے کہیں نہ کہیں موجود ہو گی، کہیں نہ کہیں بنائی گئی ہو گی، وہیں جسم سے الگ ہونے کے بعد اس کا پہنچنا لازمی امر ہے، یہی عالم آخرت ہے، یہی دوسری زندگی ہے۔ کیونکہ ایک عالیشان مخلوق یعنی آدمی کو لامحالہ ایک ایسا عالیشان زندگی کا مقصد عطاء ہونا ضروری ہے جو دوسری تمام مخلوقات سے اعلیٰ ہو۔ وُہ اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت اور وُہ دوسرے عبادت گزاروں سے حد درجہ کمال کی عبادت ہونی ضروری ہے، جو تصادم سے کامل ہوتی ہے، تصادم کا موقع و محل عالم عنصریات ہے، دنیا ہے، اس کام کے واسطے یہاں عارضی قیام مقصد کی تکمیل تصادم پر غلبہ حاصل کرنے کے کام کے لئے بھیجا گیا ہے۔ کام اور امتحان یعنی ٹکراؤ کا ہی یہ مقام ہے۔ آخری سانس تک کام کی گنجائش دینا ضروری ہے۔ تو جزاء سزا واپسی پر، حساب مکمل ہونے پر

ہی ہونی ضروری ہے۔ درمیان کی تنگی ترشی حقیقی سزائیں نہیں۔ نہ فراخی وعیش حقیقی انعامات ہیں۔ یہ سب معمولی باتیں ہیں۔ نہ یہاں سزائیں کامل نازل کی گئی ہیں نہ کامل انعامات۔ ردی خانہ میں ہر چیز ردی ہی پھینکی جاتی ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب آدمی اپنے خالق کی عبادت کے لئے ہے تو کیا جس جس طرح بھی وُہ اپنے خیال میں خالق کی تعظیم وعبادت تصور کرے کافی ہے یا نہیں؟ تو کھلی بات ہے کہ عقل ہر انسان کی کم وبیش اور مختلف ہوتی ہے، لامحالہ اس کے تجویز کئے ہوئے عبادت وتعظیم کے طریقے بھی کم و بیش اور مختلف ہوں گے۔ جس سے تمام دنیا میں بے انتہا اختلافات وتفریقات اور فتنہ وفسادات کا بازار گرم ہوکر زندگی کو پریشانیوں اور جھگڑے فسادات کا مرقع بناکر چھوڑ دے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ عقل عقل کے اختلافات اس کی دلیل ہیں کہ صحیح طریق یقینی طور سے کسی کا نہیں ہے، اور بہت ممکن ہے کہ صحیح کو غلط اور غلط طریقہ کو صحیح باور کر لیا جائے اور تمام مشقت اٹھاکر مفید نتیجہ کے بجائے خطرناک نتیجہ، بجائے کارِ ثواب کے کارِ عذاب بنجائے۔ اس لئے بالکل ضروری ہے کہ عبادات اور ان کے طور طریق خود خالقِ کائنات کے بتائے ہوئے ہوں۔ اور سب سے زیادہ مضبوط اور یقینی ثبوت سے ثابت ہوں۔ ورنہ اس کے بغیر صرف دھوکہ ہی دھوکہ بنکر رہ جائے گا اور بجائے نجات کے ہلاکت کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ انہی عبادات اور ان کے طور طریق کا نام مذہب ہے۔ جس کے لئے دُو باتیں دیکھنی ضروری ہیں ایک یہ کہ وُہ آسمانی یعنی خدائی تعلیمات ہوں، دوسرے یہ کہ ایسے مضبوط اور یقینی ثبوت سے ہم کو پہنچا ہو جس میں عقل کو تردد کی گنجائش نہ رہے، جو طور طریق اور قواعد و قوانین اس طرح کے ہوں گے صرف وہی انسان کی نجات وکامیابی کا ذریعہ اور اس کی زندگی کے مقصد کو صحیح طریقے سے پورا کرنے والے ہوں گے۔ اس سے روگردانی یا کسی غیر خدائی جعلی مذہب کی یا خدائی مگر بے ثبوت یا غلط یا بیکار ثبوت والے مذہب کی پیروی ہوگی، تو گو وہ دنیا اور مادیات میں کتنی ہی ترقیات کا ذریعہ بن جائے، ہمیشہ کی (ابدی) زندگی میں عذابات سے نجات کا سبب نہ ہو سکے گی۔ مادیات کا سبز باغ اس کے ذرا کام نہ آسکے گا۔

مذہب صحیح اور اصلی صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا مدار اللہ تعالیٰ کی وحی پر ہو ورنہ جعلی اور دھوکہ دگمراہی کا ذریعہ ہے اور وحی الٰہی والا بھی وہی مذہب صحیح قرار پا سکتا ہے جس میں وحی الٰہی بعینہٖ محفوظ

ہو، ذرہ برابر ردوبدل نہ ہوا ہو اور وہ اس قدر قوی ترین ثبوت سے موجود ہو کہ اس میں تردد کی گنجائش عقل کو نہ مل سکے۔

تمام آسمانی مذہبوں میں جو جعلی نہیں اصلی ہی مذہب ہیں پوری تحقیقات کر کے دیکھ لیجئے سوائے اسلام کے اور کسی کے پاس خدا تعالیٰ کی وحی بعینہٖ لفظ بلفظ حرکت بحرکت محفوظ نہیں۔ اور ایسی محفوظ کہ صرف کسی ایک مطبوعہ پر مدار نہیں ساری مطبوعات پر بھی مدار نہیں کہ کسی نے ردوبدل کے ساتھ کوئی چھاپ دی ہو، کسی میں کچھ کسی میں کچھ ہو بلکہ سینوں میں بھی محفوظ ہے۔ جو ہر تغیر پر آتش بجاں ہو جاتے ہیں اور اس دلوں کی چیز پر کسی ردوبدل والے کی دسترس نہیں ہو سکتی، اس کے ہوتے کسی کا ردوبدل چل نہیں سکتا۔ فوراً ہزاروں دار وگیر والے سر پھوڑنے کو موجود ہیں۔

پھر اول دن سے آج تک ہر زمانہ میں اتنے حافظ سینوں میں محفوظ کرنے والے ہوتے آرہے ہیں کہ عقل ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال سمجھتی ہے، یہی ایک پختہ ثبوت ہو سکتا ہے۔ تمام دنیا میں نقلی چیزوں کے یقینی ہونے کی صرف یہی ایک دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں اس کے اتنے بیان کرنے والے رہے ہوں کہ عقل ان کا جھوٹا ہونا محال سمجھے۔ ساری دنیا کی حکومتوں، شہروں، ریلوں، جہازوں اور بہت چیزوں کا یقین صرف اسی ایک دلیل سے ہے کہ نقل کرنے والے اس قدر ہیں کہ سب جھوٹے نہیں ہو سکتے، ایسے قوی ترین اٹل ثبوت سے وحی الٰہی صرف اسلام ہی کے پاس ہے، اور کسی مذہب کے پاس نہیں۔ تو یہ صحیح بات ہوئی کہ دنیا بھر میں آسمانی و خدائی مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ اور کوئی مذہب ردوبدل سے محفوظ اور ایسے پختہ ثبوت سے ثابت ہی نہیں، بلکہ ذرا انصاف سے دیکھئے تو اور کوئی مذہب مذہب کہلانے کا حقدار ہی نہیں۔ دوسرے آسمانی مذہبوں میں اصل وحی تو موجود ہی نہیں صرف ترجمے ترجمے ہیں، جو انسانی کلام ہیں، ان کو خدا کا کلام کہنا ایک سخت تہمت ہے۔ دوسرے یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط ہے، کیونکہ نہ اصل کتاب دنیا میں موجود، نہ اس کی زبان اور نہ اس زبان کے سمجھنے والے دنیا میں موجود جو ہر ترجمہ کو اصل سے ملا کر دیکھ سکیں کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط ہے اور کچھ کا کچھ کر دیا گیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ اصل کتاب کے پورے مفہوم کو دوسری زبان میں ادا کر دیا ہو، گو اصل کلام کی شوکت، بلاغت، عمدگی بالکل نہ ہو سکے، مگر مفہوم تو پورا ہو سکے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ کلام خدا کے ہر ہر جملہ کے کئی کئی مفہوم بھی ہو سکتے ہیں، ترجمہ والا لامحالہ کسی ایک کو ہی لے سکتا ہے، تو پورے مفہومات کا جامع ہونا ہی ممکن نہیں، اس لئے اس کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے، ممکن ہے جو مفہوم اس نے سمجھا ہے وُہ صحیح نہ ہو، تو خدائی مفہوم ہی نہ ہوا تو اس کو خدائی کہنا غلط ہوا، تہمت عظیم اور شدید خطرناک گناہ ہُوا، اور اگر صحیح بھی ہو تو چند مفہوموں میں سے ایک ہوگا جو یقینی طور سے خدائی مفہوم نہیں کہلا سکتا، ممکن ہے مراد دوسرا ہی مفہوم ہو۔

ممکن ہے کوئی یہ دعویٰ کر دے کہ ہمارے مذہب کی اصل کتاب کا نسخہ فلاں جگہ موجود ہے، تو اس دعویٰ پر بھی وُہ یقینی ممکن نہیں ہو سکتی۔ ساری دنیا میں نقلیات کی دلیل اول سے آج تک نقل کرنے والوں کا تسلسل کے ساتھ موجود رہنا ہوتا ہے۔ اس کو یہ بات حاصل نہیں، یہ ایک بے دلیل دعویٰ ہُوا، جو قبول نہیں ہو سکتا۔

پھر ضروری ہے کہ اس کے مجمل قانون کی تشریح وہی ذات کر دے جس پر کلام نازل ہوا ہے، اور یہ بات کسی مذہب کو اسلام کے سوا حاصل نہیں۔ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لاکھوں حدیثیں محفوظ آ رہی ہیں جن میں ان احکامات کی تشریحیں ہیں اور معتبر ثبوت سے وُہ سب ثابت ہیں —— پھر جن نبی پر وحی نازل ہوتی ہے ان کو قوم کے لئے عمل کا نمونہ بنایا جاتا ہے ورنہ کتاب بغیر نبی کے بھی نازل ہو سکتی تھی۔ ان نبی علیہ السلام کا ہر ہر فعل و قول دین کا عمل اور اتباعِ دین کا نمونہ ہوتا ہے۔ مگر ساری تاریخیں دیکھ لیجئے کسی نبی کیا دنیا کے کسی شخص کے بھی تمام اقوال، افعال، اخلاق، معاشرت سیاست، معاملات، باہر والوں اور گھر والوں سے برتاؤ، ہر ہر حرکت و سکون کسی کا جمع شدہ نہیں، سوائے پیغمبرِ اسلام کے۔ اس لئے تشریحات و نمونہ بھی صرف مسلمانوں کے ہی پاس ہے۔ لہٰذا پورے یقینی ثبوت سے پُورے تشریحی مفہومات سے اور عملی نمونوں کے ساتھ وحی الٰہی اور دین خداوندی سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس ہے ہی نہیں۔ پروپیگنڈہ الگ چیز ہے، حقیقت پر سب کو غور کرنا لازم ہے۔ نجات کا ذریعہ حقیقت ہے، پروپیگنڈہ نہیں ہو سکتا۔

مذہبوں کی بنیاد یہ ہے کہ انسان میں جو دو قوتیں ہیں ایک فرشتوں والی اور دوسری جانوروں والی۔ روح تو فرشتوں والی قوت کا مظہر ہے اور جسم جانوروں والی قوت کا۔ نفس و شیطان اس دوسری قوت کے مددگار دو پہلوان ہیں۔ روح کو ان سے بچانا انسانی کمال اور مذہب کے قوانین اس

کا سرمایہ ہیں۔ جس مذہب کی تعلیمات ایسی ہوں گی کہ روح کو تمام نفسانی و شیطانی حرکتوں پر غلبہ دے کر فرشتوں کی کیفیت کو روشن کرتی اور بہیمی قوتوں کو کمزور کرتی ہوں گی، صحیح سچا ایکا مذہب وہ ہے۔ تخلیق انسان کا مقصد اسی سے پورا ہو سکتا ہے، نجاتِ ابدی اسی کو مل سکتی ہے۔ ورنہ پھر وُہ تباہی و عذابات ابدی کا ذریعہ ہوگا۔ اگر کسی مذہب میں وُہ باتیں ہوں جو بہیمی قوتوں کو غالب کرتی ہوں اور روحی و فرشتہ والی قوت کو کمزور کرتی ہوں تو یاد رکھیئے وُہ خدائی مذہب کی باتیں نہیں ہو سکتیں۔ وُہ کسی جعل ساز کی جعل سازی ہے جس کو مذہب کا نام دے کر دنیا کو تباہی میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اس سے تو مذہب کی بنیاد ہی منہدم ہو گئی۔ جنسی خواہشات اور ظلم و زیادتی وغیرہ کو بھڑکانے والی باتیں تو مذہب دشمن باتیں ہیں، ان کا خود مذہب ہونا ممکن ہی نہیں۔ ذرا غور و فکر سے تو کام لیا جائے۔

کسی مذہب نے کفارہ کوئی قرار دیدیا تو اس نے تو تمام بدیوں کی کھلی چھٹی دیدی، خیال تو کیجئے کہ کیسے ممکن ہے کہ یہ مذہبی تعلیم ہو یہ خدا پر تہمت لگانا ہے اور انسانوں کو برباد کرنا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیا اسلام میں شفاعت کا مسئلہ کھلی چھٹی دینا نہیں ؟ تو بات یہ ہے کہ صحیح عینک کی ضرورت رہ گئی ہے، شفاعت تو ان کے لئے ہوگی جن کے دل میں ایمانِ صحیح کی کوئی رمق ہو گی، وُہ بداعمالی کی سزا میں مبتلا ہوگا۔ بدعملی محدود وقت کی ہے محدود سزا کے بعد نجات اس کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اور وہاں کی سزا سخت ترین ہو گی جو شفاعت سے پہلے تک ایک محدود مقدار میں ہو چکے گی۔ باقی کی معافی کی سفارش ہے۔ اس قدر وقت کی شدید سزا معدود جرم کی جزا بن سکتی ہے، بخلاف کفر کے کہ ہمیشہ کے قصد سے غیر محدود نیت سے ہوتا ہے اس کی سزا بھی غیر محدود ہے، اس کے لئے شفاعت نہیں ہو گی ـــ اور کفارہ ہونے میں تو کفر و شرک یعنی خدا تعالیٰ کی بغاوت اور تمام جرموں کی محدود و غیر محدود سزا سے بالکل بچنے کا قانون ہر وقت سب کے لئے گنجائش دے گا اور مذہب بالکل بیکار بن کے رہ گیا۔ یعنی مذہب کے نام سے ہی انسان کو انتہائی مجرم بے ہودہ بنا کر ابدی عذاب کا مستحق بنا دیا۔

مذہب کا منشاء انسان کو ہر محبت سے ہٹا کر صرف بقدرِ ضرورت کام لے کر خدا تعالیٰ کی طرف لگانا ہے۔ غور کیجئے تو یہ بات صرف اسلام میں ہی ملے گی۔ موجودہ ردوبدل ہو جانے والے مذہبوں میں اس کی بُو تک نہیں ملتی۔ ذرا سے غور سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ کیا اسلام کے سوا اور

بھی کوئی مذہب ممکن ہے۔

اسلام نے ہر وقت ہر کام ہر بات میں خدائے قدوس کا نام اور ان کا ذکر ذات کا ذکر صفات کا ذکر قدرت علم رحم کرم ہر ہر چھپی کھلی بات کی خبر کا ذکر مومن کے دل و زبان پر مقرر کیا ہوا ہے، اور پھر ایک ہی لفظ سے نہیں کہ طبیعت اکتا اکتا جائے ہر وقت اور ہر کام کے مناسب نیا ذکر ہے، تاکہ نہ دل اکتا سکے نہ کسی وقت خدا سے غافل ہو سکے۔

ان کے علاوہ کچھ ایسے اوقات ہیں جن میں انسان دوسرے کاموں تحریکوں اور مشغلوں میں منہمک ہو ہو کر خدا سے غافل ہو سکتا ہے۔ اسلام میں صبح سویرے۔ دوپہر کے ہنگاموں کے جوش پر شام کو کاموں کے نچوڑ کے وقت دن چھپنے اور کاروبار کے اخیر پر اور سب سے فراغت پر رات کے کچھ حصہ میں ہر ہوش حواس والے مرد عورت پر ایسی عجیب غریب خدائی عبادت یعنی نماز فرض کی گئی ہے کہ جس میں سر سے پیر تک ہر ہر عضو کو خدا کے حضور مصروف کار بنایا ہوا ہے اور دل کو سب سے خالی کر کے اس کی طرف لو لگانے کا حکم ہے۔ غور کیجئے ایسی روحی و ایمانی ورزش کے بعد کسی آدمی کو نفسانی و بہیمی یعنی جانوروں والی حرکات کی طرف کیسے توجہ ممکن ہے۔ اگر کسی کی توجہ ادھر ہو گی تو اس کے اس دینی کام سے غفلت کی وجہ سے ہو گی۔ وہ اس کا اپنا قصور ہے اور قابل تلافی، جس کی تلافی تو یہ اور اس کام میں جانفشانی سے منہمک ہو جانا ہے۔ پھر تمام قوائے انسانی وقت کی پابندی کے ساتھ اس میں لگ کر چاق چوبند ہر کام میں چست ہوں گے اور سب دین و دنیا کے کام اس عادت سے آسان ہو جائیں گے، شاید آپ اس کو ڈسپلن کہہ سکیں، یہ وہ کیمیاوی نسخہ ہے کہ ہر ہر کام میں بے حد مفید ہے۔

آدمی کو پیدا کرنے والے دو جہاں کو بنانے والے زمین و آسمان اور تمام مخلوقات سے اس کی کاربراری کرنے والے سے غفلت اور منہ موڑنے کا سبب جان، مال، آبرو ہی تو ہوتے ہیں۔ انہی کی محبت تو غافل کر کے راہ سے بھٹکاتی ہے۔ نماز روزہ اور جہاد میں جان اور آبرو کی محبت پر، زکوٰۃ و خیرات میں مال کی محبت پر قدغن اور بقدر سہولت و برداشت راہ خدا میں ان کو صرف کرنے کی تعلیم، خدائی تعلق کو ان سے بڑھ کر قرار دینے کی مشق اور فرشتوں والی قوت اُجاگر کرائی جاتی ہے اور تمام لذتوں اور مزوں میں غرق ہونے سے بچا کر ان کا بدل تجویز کر کے سب بہیمی قوتوں کو پست کرایا جاتا ہے کہ انسان مجبور محض بن کر بھی نہ رہ سکے کہ پھر کوئی کمال کمال نہ قرار پائے

اور بدیوں میں آلودہ بھی نہ ہو سکے، انسانیت سے باہر نہ جا سکے، ان سے صاف بچ سکے۔ ہاں اسی طرح انسان کی تخلیق کا مقصد مکمل طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

انسان میں جس قدر قوتیں حق تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وُہ ایک خاصّے سے کی ہیں کہ ان سے باقاعدہ خوب کام لیا جائے تو وہ طاقتور ہو سکتی ہیں، ان کو بیکار چھوڑ دیا جائے تو بالکل مفلوج سی ہو جاتی ہیں، ہم داہنے ہاتھ سے لکھتے ہیں تو سینکڑوں صفحات لکھ سکتے ہیں اور بائیں ہاتھ سے نام تک نہیں لکھ سکتے، ایسے ہی جو فرشتوں والی قوت ہے اگر اس سے کام ہی کام لیا جائے تو انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے، اسلام نے ہر ہر منٹ پر اس کو ایسے کاموں میں لگایا ہے، اسی سے وُہ فرشتوں سے بازی لیجا سکتا ہے۔ (اور بیکار چھوڑنے سے گرتے گرتے جانوروں سے بھی گر جاتا ہے۔) اس کے برعکس لذتوں، مزوں اور جانوروں والی قوت سے کام پر کام لینے والے جانوروں کی صف میں جا کر ان سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں، گو شکل صورت انسان کی رہیں مگر اندر سے کچھ اور بن جاتے ہیں۔

یہ تو انسان کا وہ حق تھا جو اس پر اس کے خالق کے لئے ہے۔ مگر جب انسان کو عقل کا ایک ایسا جوہر عطاء فرمایا گیا جو دوسرے جانداروں کو نہیں ملا، اور اسی سے وُہ سب کا افسر، سب سے کام لینے والا ہے ادھر اس کو متمدن مزاج بنایا گیا ہے کہ وُہ جانوروں کی طرح الگ الگ دور دور آشیانے یا بِل بنا کر رہنے والا نہیں ہے، مل جل کر رہنا اس کی طبیعت کا تقاضا ہے، اور عقلی جوہر کے سبب تمام اسباب و ذرائع میں لطیف طبیعت کے مناسب لطیف ذرائع دیئے گئے، سب ضرورتیں تنہا انجام دینے کے قابل نہیں۔ تقسیم کار ان حالات کا طبعی تقاضا ہے، اس میں باہم معاملات بھی ہوں گے، معاشرت بھی ہوگی، ہم جنسوں اور غیر جنسوں سے تعلقات بھی ہوں گے، ایک کے دوسرے پر حقوق بھی ہوں گے، اور باہم رنجش و چپقلش بھی پیدا ہوگی۔ ان کے لئے کچھ قواعد و قوانین کی ضرورت ہے جو نہایت اعلیٰ ہوں، نہایت مفید ہوں، اس عالیشان کے شایانِ شان ہوں۔ وُہ وحی الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، اسی کو مذہب کہتے ہیں۔ اب جو سب سے اعلیٰ ثبوت سے ثابت ہوگا اسی کا خدائی قانون اور سب سے اعلیٰ ہونا ثابت ہوگا۔ سب سے زیادہ مضبوط اور قوی ثبوت سے اسلام ہی کے قوانین خدائی قوانین ثابت ہیں۔ اسلام نے معاملات معاشرت اخلاق سیاست اور تمام ضروریات کے وُہ زرین اصول عطاء فرمائے ہیں کہ دُنیا ان کی مثال نہیں پیش کر سکتی۔ ہر ہر بات میں عدل و

انصاف، درگزر، بردباری، خوش خلقی (مگر حقیقی، نہ کہ منافقانہ ظاہری) سخاوت، ہر ایک کی خیر خواہی، سب کے حقوق حتیٰ کہ جانوروں تک کے حقوق کی رعایت، کسی کو بے وجہ تکلیف نہ دینا، بدلہ میں برابر سے آگے نہ بڑھنا، سب کی ہمدردی، اپنے کو ہیچ سمجھنا، اس کی ہر وقت کوشش کہ کسی کو اذیت نہ ہو وغیرہ سب ضروری ہیں۔ اور جھوٹ، دھوکہ، دغا، فریب، کسی کی اچھی بات پر جلنا، کسی کی تکلیف یا نقصان کا ارادہ کرنا، معاملات میں برابری سے گز کر دھوکہ فریب کرنا، خود کو بڑا دوسروں کو حقیر سمجھنا سب منع ہیں۔ غرض ہر تکلیف دینے والی چیز منع اور فائدہ بخش چیز ضروری ہے۔ اسی طریقہ پر معاملات و سیاسیات کی عمدگی کا مدار ہے۔ اصل تعلیمات تو یہ ہیں گو بعض لوگ دوسروں سے اثر لے کر یا نفس و شیطان کے جال میں پھنس کر ان سے غافل بھی ملیں گے مگر وہ ان کی اپنی کمزوری ہے، جو صحیح اسلامی حکومت نہ ہونے سے آج نظر آرہی ہیں۔

انسان سب انسان ہیں، ایک رشتہ میں منسلک ہیں۔ خیر خواہی اور انسانی حقوق کا تقاضا ہے کہ ہر انسان کو دنیا و آخرت کے ان سنہرے اصولوں کی دعوت دی جائے، سمجھایا جائے۔ پھر بھی کوئی ہٹ دھرم رہے تو جیسے ناسمجھ بچوں کو ڈرا دھمکا کر صحیح کام پر لگانا ہی ان کی خیر خواہی اور انسانی ہمدردی کا فریضہ ہوتا ہے، یہاں بھی یہ فرض ہوگا ورنہ انسانی حقوق و ہمدردی کی پامالی کا جرم بنے گا۔

لہٰذا مسلمان کا کام صرف اپنے کو ہی درست کر لینے کا نہیں دوسرے انسانی بھائیوں بہنوں کے بھی درستی کی کوشش کرنا ہے۔ ایسا ہوتا ہے صحیح سچا پکا دین جو انسان کو سچا انسان بنا دے اور ابدی عذابات سے بچا دے۔ آپ کبھی ٹھنڈے دل سے اس پر غور تو کر لیا کریں، دھوکہ میں آ کر خود کو ہمیشہ کے عذابات میں مبتلا نہ کر بیٹھیں۔ ◆◆

گذشتہ روز جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم کو گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت مولانا جیسے مخلص اور باخدا بزرگ کی گرفتاری سے ہمیں بہت افسوس ہوا، ان کی باتوں کو اگر نصیحت سمجھا جاتا تو بہتر ہوتا۔ (ادارہ)۔

مولانا شرف الحق دہلوی اور مشنری سرگرمیاں

جناب اختر راہی ایم اے

مولانا شرف الحق ۱۸۶۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا حافظ جلال الدین نے ۱۸۵۷ء جنگِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا تھا چنانچہ انگریزوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ مولانا کا نسب خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت مولانا شرف الحق کی والدہ ماجدہ، مولانا رحیم بخش دہلوی سے ارادت رکھتی تھیں۔ چنانچہ ان کی پرورش مولانا رحیم بخش کے زیرِ نگرانی ہوئی۔ انہوں نے قرآن مجید پڑھایا اور اُردو زبان کی تعلیم دی۔ ایک ہندو پنڈت دُرگا پرشاد سے ہندی و سنسکرت کی تکمیل کی۔ ۱۸۷۷ء میں اینگلو عربیک سکول میں داخلہ لیا۔ ۱۸۸۱ء میں خواجہ الطاف حسین حالی سے فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔ دو سال بعد پنجاب یونیورسٹی کے امتحان منشی فاضل میں بیٹھے اور یونیورسٹی میں اوّل آئے۔ منشی کے امتحان سے فارغ ہو کر مدرسہ اسلامیہ فتح پوری دہلی میں عربی صرف و نحو کی تحصیل کی۔

مناظرے کی ابتدا ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد مسلمان مفلوک الحال اور شکست خوردہ تھے۔ ان کی قوت ٹوٹ چکی تھی۔ انگریزوں کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ اور ان حالات سے پادری خوب فائدہ اٹھا رہے تھے۔ کوئی میلہ ہو یا تہوار پادری وعظ کرنے کے لئے پہنچ جاتے۔ شہر کے چوراہوں میں کھڑے ہو کر منادی کرتے۔ پریس کی سہولتوں کی وجہ سے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کتابیں شائع کرتے اور اہلِ ہند کو بپتسمہ دینے کے لئے کوشاں رہتے۔ پادری حضرات کے بے پناہ وسائل کے مقابلے میں مسلمان علماء محض "بوریا نشین" تھے۔ تاہم ان بوریہ نشینوں نے پادریوں کی یلغار روک دی۔ اور اُن کی ڈینگیں ہوا میں تحلیل ہو کر رہ گئیں۔

اسلامی مدارس میں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ نصرانیت کا مطالعہ ہونے لگا۔ اور دینی حلقوں میں پادریوں کی جارحانہ طرزِ تبلیغ سے بے چینی پیدا ہو گئی۔ ایک روز مولانا شرف الحق نے گھنٹہ گھر دہلی میں ایک پادری

کا وعظ سُنا۔ اس نے وعظ میں عوام پر رُعب جمانے کے لئے کہا کہ مسلمان اپنے نبیؐ کو حبیب اللہ کہتے ہیں لیکن جب ان کے نواسے حضرت حسینؓ کو شہید کیا جا رہا تھا تو اُس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدا سے فریاد نہ کی۔ اگر مسلمانوں کا نبیؐ خدا کا محبوب ہوتا تو وہ ضرور فریاد کرتے اور حضرت حسینؓ کی جان بچ جاتی۔

پادری کی اس عامیانہ گفتگو سے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ مولانا شرف الحق جو اس وقت محض طالب علم تھے، اُٹھے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے الفاظ میں کہا کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے فریاد کی تھی مگر خدا تعالیٰ نے اُنہیں جواب دیا کہ تم اپنے نواسے کی جان بچانا چاہتے ہو، ان ظالموں نے تو میرے اکلوتے بیٹے یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا اور اس کا غم مجھے ابھی تک بے چین کئے ہوئے ہے۔ ہمارے نبیؐ نے محسوس کیا کہ جب خدا کا اکلوتا بیٹا نہ بچ سکا تو میرا نواسہ کس شمار و قطار میں ہے۔ مولانا شرف الحق کی زبان سے یہ جواب سن کر پادری اپنی منطق بھول گیا اور مجمع سے راہ فرار لیتے ہی بنی۔

اس واقعہ کے بعد مناظرہ کا شغل بڑھتا گیا۔ وقت کا زیادہ حصہ ایسی بحثوں میں گزرنے لگا تو مولانا حالی نے مشورہ دیا کہ مناظرانہ بحثوں میں کمال جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ آپ تعلیم کی تکمیل کر لیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں خواجہ حالی کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے مولانا شرف الحق دہلی سے دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ عربی کی چند کتابیں دارالعلوم کے قابل اور محنتی اساتذہ سے پڑھیں، اس زمانے میں طلبۂ حدیث جوق در جوق گنگوہ جا رہے تھے جہاں محدّثِ عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی درسِ حدیث دیتے تھے۔ مولانا بھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتب حدیث کی سند لی۔ مولانا گنگوہیؒ نے ان کے ذوق اور رجحانِ طبع کے پیشِ نظر مشورہ دیا کہ فتنۂ صلیب کے پھیلتے ہوئے برگ و بار کے خلاف جہاد کیا جائے۔

عبرانی اور یونانی زبانوں کی تعلیم سندِ حدیث کے بعد عبرانی اور یونانی زبان کی طرف توجہ دی تاکہ اہلِ کتاب کی بنیادی اور مستند کتابوں کا براہ راست مطالعہ کیا جا سکے۔ چنانچہ حکیم عبدالمجید خان دہلوی کے زیرِ علاج ایک یہودی سے عبرانی اور یونانی زبان کی اسقدر تحصیل کی جو مناظرانہ بحثوں کے لئے کافی تھی پشتو اُنہوں نے مولانا عبدالحکیم افغانی سے اور ترکی مولانا ابوالخیر سے سیکھی۔

زیارت حرمین اور مولانا کیرانویؒ سے تلمذ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں بغرضِ حج حرمین گئے اور مولانا

رحمت اللہ کیرانوی کی خدمت میں تین ماہ گزارے۔ مولانا کیرانویؒ نے انہیں اپنی طرف سے تردید نصرانیت کی سند دی اور اپنی تصانیف بطور تحفہ دیں۔ دوسری بار ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۴ء میں بغرض حج گئے۔ اور ڈیڑھ سال تک ممالک اسلامیہ کی سیاحت کی۔

مناظرے | مولانا کی شہرت ایک مناظر کی حیثیت سے نہایت تیزی سے برصغیر کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ انہیں کئی پادریوں سے مناظرہ کرنے کا موقع ملا جن میں بشپ فرنچ، لیفرائے پادری ہومر اور گولڈسمتھ شامل ہیں۔

۸/مارچ ۱۸۸۳ء کو پادری رومن اور پادری اے۔ بیٹرک سے غازی پور میں مناظرہ ہوا۔ پادریوں نے اپنی شکست کا اعتراف کیا۔ ۱۸۹۱ء میں مسجد فتح پوری دہلی میں پادری لیفرائے سے مناظرہ ہوا۔ موضوع تحریف انجیل تھا۔ اس مناظرے نے دہلی اور گردو نواح کے مسلمانوں اور عیسائیوں میں ہلچل پیدا کردی تھی کیوں کہ مناظرین کے درمیان طے ہوا تھا کہ شکست خوردہ فریق مجمع عام میں اپنی شکست کا اعتراف کرے گا اور شکست نامہ لکھ کر دے گا۔ اس مجمع میں حکیم اجمل خان، مولانا عبدالحق حقانی (موئف تفسیر حقانی) حافظ عزیزالدین اور کئی دوسرے اہل علم موجود تھے۔ باہر سے خاصے لوگ شریک ہجوم تھے۔ مناظرہ دو دن جاری رہا پہلے روز چھ سات گھنٹے بحث ہوئی لیکن ناتمام۔ دوسرے روز پہلے کی طرح عالمانہ وفاضلانہ بحث نے شہر میں دھوم مچادی۔ لیفرائے نے لکھا ہے۔

> "میں اس ہفتہ دو دفعہ ایک مسجد میں گیا ہوں۔ جہاں چار گھنٹے تک میں نے علماء سے بات چیت کی ہے۔ انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے گفتگو کی ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ بغیر کسی تعصّب اور ہٹ دھرمی کے وہ بحث کرتے رہے ہیں"۔ (صلیب کے علمبردار صد ۱۶۹)۔

لیفرائے نے اپنی شکست تسلیم کرلی اور حسب ذیل تحریر لکھ کر دی۔

> "میں اقرار کرتا ہوں کہ لوقا کی انجیل شریف کے ترجمے اور علاوہ اس کے اصلی نسخوں میں جو اس وقت موجود ہیں، چند آیتیں غلط ہیں اور بھول سے داخل کی گئی ہیں۔ یہ بات سب سے قدیم نسخوں اور ٹریکٹوں کے ملانے سے معلوم ظاہر ہوئی۔ وہ آیتیں ان میں نہیں۔ لہٰذا میں وہی اصل انجیل کی باتیں سچی مانتا ہوں۔

چند مستشرقین شعرا کے قول انجیل شریف میں ملے ہوئے ہیں"

(دستخط جی۔ اے۔ لیفرائے) فرنگیوں کا جال صہ ۲۵۲

دسمبر ۱۸۹۱ء میں پادری ایم۔ جی گولڈ سمتھ سے حیدر آباد دکن میں مناظرہ ہوا اسی طرح ۸/ فروری ۱۸۹۳ء کو پادری جے سیمول سے پونہ میں مناظرہ کیا اور پادری صاحب کو مبہوت کر دیا۔

مولانا شرف الحق کا اندازِ مناظرہ یہ تھا کہ مخالف کی مستند کتابوں سے دلائل لاتے اور اسی کے ہتھیار سے اُسے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کر دیتے تھے۔ ان کے لیکچر اور مناظرے عامیانہ رنگ سے بالکل پاک ہوتے تھے اور محققانہ و عالمانہ شان رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے لیکچروں میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ بکثرت شریک ہوتے تھے اور ان کے عالمانہ بیان سے استفادہ کرتے تھے۔

مولانا نے مناظروں کے سلسلے میں یو۔ پی کا کوئی ضلع نہ چھوڑا۔ تبلیغ اسلام کے جوش سے چپہ چپہ چھان مارا۔ عوام میں فرائض کی اطاعت کا جذبہ پیدا کیا۔ بیس پچیس ہزار افراد ان سے رشتۂ ارادت میں منسلک تھے۔

آخری ایام | آخری عمر میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ بینائی میں فرق آگیا تھا اور پاؤں لنگ کرنے لگا تھا۔ انتقال سے ڈیڑھ سال پہلے فالج کا حملہ ہوا۔ علاج معالجہ کے باوجود صحتِ کاملہ نصیب نہ ہوئی۔ دوبارہ فالج کا حملہ ہوا اور جان لیوا ثابت ہوا۔ آخر ستر برس کی عمر میں ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء / ۳ ذی قعدہ ۱۳۵۴ ھ کو جہانِ فانی سے دار البقاء کو رخصت ہوئے۔

تصانیف | مولانا کو کتابوں سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ کتاب دوست انسان تھے۔ انہوں نے ایک نہایت اچھا کتب خانہ چھوڑا۔ اس کے علاوہ ان سے مندرجہ ذیل کتابیں بھی یادگار ہیں۔

۱۔ دافع البہتان بہ تنزیہ الرحمٰن، دو حصہ۔ ۲۔ استحصال مذہب عیسوی بمقابلہ دین محمدی۔ ۳۔ مناظرہ غازی پور ۴۔ مناظرہ حیدر آباد دکن۔ ۵۔ مناظرہ کالکا۔ ۶۔ دینی مناظرہ ہنمکنڈہ۔ ۷۔ مناظرہ دہلی۔ ۸۔ لیکچر امریکہ۔

ماخذ

۱۔ آثارِ رحمت۔ امداد صابری ۲۔ فرنگیوں کا جال۔ امداد صابری

۳۔ صلیب کے علمبردار۔ برکت اللہ ایم۔ اے۔

مولانا قاری فیوض الرحمٰن ادیب

شیوخ الحدیث کے تذکرے

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ہزارویؒ

ولادت = آپ ۱۸۶۰ء میں ریاست امب دربند کے مشہور موضع "سوکال" ہزارہ میں مولوی محمد حیات گل مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم = ابتدائی تعلیم منگلور تحصیل مانسہرہ ہزارہ میں حاصل کی، پھر ملتان میں حکیم فریدالدین صاحب کے والد مولانا حکیم منہاج الدین صاحب ہزاروی سے کچھ فنون کی کتابیں پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم = اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، وہاں جملہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ۱۳۲۰ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ فہرست "فضلائے دیوبند ہزارہ" ۲۷ ویں نمبر پر آپ کا اسم گرامی موجود ہے اس سال ہزارہ سے آپ کے ساتھ حضرت مولانا حمیدالدین مانسہرویؒ اور حضرت مولانا غلام نبی صاحب قاضی گیدڑ پور بھی دورۂ حدیث میں شریک تھے۔

تدریسی خدمات = فراغت کے بعد تقریباً سات سال تک آپ نے مدرسہ نعمانیہ مسجد خیر دین امرتسر میں اعلیٰ تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اس عرصہ میں آپ نے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ پھر اپنے وطن واپس آ گئے۔ نواب صاحب والیٔ امب نے آپ کو جامع مسجد دربند کا خطیب اور اپنا قاضی مقرر کیا۔ اس عرصہ میں مقدمات کے فیصلوں کے علاوہ فتویٰ نویسی اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں "چمٹی" (جو شیرواں تحصیل ایبٹ آباد سے تین میل کے فاصلہ پر ہے) میں امام تھے اور طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے کہ مرض استسقاء لاحق ہوا۔ اہل وعیال کو "چمٹی" میں چھوڑ کر سوکال چلے آئے اور وہیں ۱۹۱۶ء میں فوت ہوئے، اور "سوکال" کے قبرستان میں دفن کر دیئے گئے۔ آپ دیگر علوم کے علاوہ فقہ

اور حدیث میں بہت مہارت رکھتے تھے۔

مشہور تلامذہ: آپ کے مشہور تلامذہ میں سے آپ کے بھتیجے حضرت مولانا محمد اسحاق فاضل دیوبند خطیب ایبٹ آباد مرحوم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ فاضل دیوبند مدرسہ امداد العلوم ایبٹ آباد، مولانا محمد عمر صاحب فاضل دیوبند آف ہیرپٹ، اور مولانا عبد الجلیل صاحب خطیب ساہیوال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اولاد: آپ کے ایک ہی فرزند مولوی عبد المنان صاحب سابق معلم دینیات گورنمنٹ ہائی سکول اوگی و نواں شہر تھے جو ڈابھیل کے فارغ التحصیل عالم تھے، وہ بھی انتقال کر گئے ہیں، البتہ ان کے فرزند ماشاء اللہ بقید حیات ہیں جن کے نام یہ ہیں نذیر احمد، محمد ممتاز، مہتاب۔

حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب ہزارویؒ

ولادت: آپ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب فاضل دیوبند مہتمم مدرسہ امداد العلوم ایبٹ آباد کے والد ہیں ۱۲۸۵ھ میں "سوکال" ریاست امب دربند ہزارہ میں مولوی محمد حیات گل صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر اپنے چچیرے بھائی مولانا محمد یعقوب صاحب کے ساتھ منگلور کے علاقہ میں کچھ کتابیں پڑھیں، بعد ازاں انہی کے ساتھ ملتان میں بھی پڑھتے رہے۔

اعلیٰ تعلیم: اعلیٰ تعلیم کے لئے رامپور کا رُخ کیا، مولانا فضل حق صاحب خیر آبادیؒ سے علم منطق اور فلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔ پھر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور تکمیلی کتب کے بعد ۱۳۲۲ھ میں شیخ الہند حضرت محمود حسن صاحبؒ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ فہرست فضلائے دیوبند ہزارہ میں تیسویں (۳۰) نمبر پہ آپ کا اسم گرامی موجود ہے اور سال فراغت ۱۳۲۲ھ مذکور ہے۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں مدارس، جام نگر علاقہ کاٹھیاوار میں کچھ عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ منطق اور فلسفہ میں بہت مہارت رکھتے تھے۔

وطن کو واپسی: ۱۹۰۷ء میں اپنی اہلیہ کے انتقال کے موقع پر اپنے وطن سوکال واپس تشریف لے آئے۔ پھر کچھ عرصہ تک نواب امب دربند کی طرف سے عہدۂ قضا پر مامور رہے۔ بعد ازاں اپنے قصبہ سوکال میں تشریف لے آئے اور آخری وقت تک پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دوران میں

آپ اصول، فقہ، منطق وغیرہ کی بلند پایہ کتب پڑھاتے رہے۔

انتقال = آپ نے بروز بدھ ۱۹ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۲۱ء میں ایک دو دن بیمار رہ کر وقت سحر دنیا سے کوچ کیا۔

اولاد = پہلی شادی سے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ ہیں۔ دوسری شادی سے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب فاضل ڈابھیل معلم دینیات گورنمنٹ ۱ ہائی سکول ایبٹ آباد ہیں۔

(بقیہ اسلام اور سائنس)

سے یہ سنیں گے تو ضرور منحرف ہو جائیں گے اور جیسے کہ ہم یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ شخص دیوانہ ہے اس واقعہ کو سن کر وہ بھی اسے دیوانہ سمجھنے لگیں گے۔ اور اسی طرح ہم جیت جائیں گے۔ چنانچہ وہ بدبخت قریش کو اکٹھا کرنے کے ارادہ سے چلا۔ راستہ میں حضرت صدیق اکبرؓ ملے۔ ابوجہل بولا ابوبکر! ایک بات آپ سے دریافت کرنی چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں جسدِ عنصری کے ساتھ آسمانوں پر چلا گیا اور ایک رات میں مختلف جگہوں کی سیر کی اور صبح کو بدستور گھر میں ہی تھا، تو کیا تم یہ مان جاؤ گے۔ ابوبکر نے فرمایا کہ ہرگز نہیں یہ تو عقل کے خلاف باتیں ہیں۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے بعد ابوجہل نے بتایا کہ وہ جو تمہارا دوست ہے جس کی وجہ سے تم نے تمام قوم کو چھوڑ دیا ہے، یہ باتیں میں ابھی ابھی اسی سے سن کر آیا ہوں، ابوبکر فرمانے لگے کہ اگر میرے اس دوست نے یہ باتیں فرمائی ہیں تو اٰمنا بہ وصدقنا میرا اس پر ایمان ہے۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا درست فرمایا ہے۔ میں ان سب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان کی کوئی بات غلط ہو ہی نہیں سکتی ——— غور کریں ابوبکر نے جب ابوجہل یعنی ایک کافر کی زبان سے یہ سنا کہ حضور یہ فرماتے ہیں تو اپنی عقل کے فیصلے کو فوراً اور بلا تامل ترک کر دیا اور وحی کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور ابوجہل نے بلا واسطہ خود حضور اکرم کی زبان فیض ترجمان سے یہ باتیں سنی تھیں مگر وہ وحی کے فیصلے کے سامنے سر جھکانے کے بجائے اپنی عقل کے فیصلے پر قائم رہا۔ تو مومن وہ ہے جو وحی کے فیصلوں کے سامنے عقل کے فیصلوں کو چاہے وہ بظاہر کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں چھوڑ دے۔ اور وحی کے فیصلوں کو تسلیم کر لے۔

جاری ہے

خدائے پاک کی ذات کا انکار کرنے والو! ——

ایک چیز جس پر ہمارا ایمان ہے اور تمہارا یقین

کہ ایک نہ ایک دن ضرور آکر رہے گی، وہ ہے

موت

پہلے پڑھ لو، پھر فیصلہ کر لو ——

موت کا منظر

مع

مرنے کے بعد کیا ہو گا؟

مرتب و ناشر

خواجہ محمد اسلام

منگوانے کے پتے:

ادارۂ اشاعتِ دینیات نزد سائیکل مارکیٹ ۱۸۷، انار کلی لاہور

کتب خانہ شانِ اسلام، اردو بازار، لاہور

پاکستان میں گھر گھر مقبول
پنجاب سوپ فیکٹری (رجسٹرڈ) لاہور
کے ماڈرن پلانٹ پر تیار کردہ
اعلیٰ کوالٹی کے صابن
بلا مارکہ رجسٹرڈ
پنجاب سپیشل
PINK Rose TOILET SOAP
ٹائیلٹ سوپ
شیونگ کپ سوپ
لانڈری سوپ
اعلیٰ کوالٹی - مناسب دام
Kasturi MUSK TOILET SOAP
Manufactured by PUNJAB SOAP FACTORY (Regd.) LAHORE
تیار کردہ
پنجاب سوپ فیکٹری (رجسٹرڈ)
بیرون شیرانوالہ گیٹ - لاہور

P C I INDUSTRIES

پاکستان بھر میں مشہور و مقبول

پی-سی-ٹی مارکہ

پُرزہ جات سائیکل

ایجنٹ

بٹ سائیکل سٹور ○ نیلا گنبد لاہور

فون دفتر: ۶۵۳۰۹ / ۶۵۹۴۲ فون فیکٹری: ۶۰۰۵۰

جسمانی، دماغی، اعصابی کمزوری کی خاص دوا

شدھ مکردھوج وٹی

یہ گولیاں جسمانی، دماغی ہر قسم کی طاقتوں کو بحال کرتی ہے۔ بینائی کی محافظ ہیں، گردہ، معدہ، سنگرہنی، مثانہ اور جگر کی کمزوری اور دل کی دھڑکن وغیرہ امراض کو رفع کرتی ہیں، ذیابیطس کا خاص علاج ہیں، چہرہ کی زردی، خون کی کمی، دُبلاپن، ضعفِ معدہ دور کرکے خون بڑھاتی ہیں۔ قیمت: پچاس گولی سات روپے۔ ایک گولی صبح و شام ہمراہ دودھ۔

حکیم مُحمّد عبداللہ آیور ویدک فارمیسی شاہ عالمی پاڑ پنڈی لاہور